پیام رساں اُمت (قسط۔۷)

(حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی نوراللہ مرقدہٗ)

تجدیدِ ایمان و یقین:

دانش حاضر کے فریب نے دین وایمان کے نور کو جس طرح سلب یا مضمحل کردیا ہے۔اس کے علاج ومداوا کے لئے سب سے اہم واقدم ضرورت ایمانیات کی تجدید ورسوخ کی ہے۔ایمان ویقین کی ضرورت واہمیت، اس کی قیمت ووقعت، اس کی حقیقت وافادیت، اس کے حصول کے طرق وذرائع کے تعین وترتیب کو نئے طرز سے واضح ومبرہن کرنا ہے۔قرآن کریم واحادیث نبویہ کے ان گوشوں کو سامنے لانا ہے جو تجدید ایمان کی اس کوشش میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے لئے ضروری ولابدی ہیں۔

دینی معیاری لٹریچر کی ضرورت:

تجدید ایمان ویقین کی اس کوشش میں جتنا بھی سنجیدہ اور معیاری لٹریچر انگریزی، عربی، اردو وغیرہ میں مرتب کیا جائے اور جدید طبقہ میں پھیلایا جائے۔انشاء اللہ تعالیٰ نفع سے خالی نہ ہوگا۔ظاہر ہے کہ ذہنی سطح کے مختلف مدارج اور دین وایمان کے تفاوت اور الحاد وارتیاب کی متفرق منازل اور دگر معلوم وجوہ کی بنا پر اس قسم کی کتابوں میں کم وکیف، مغز وپوست کے لئے ہر لحاظ سے تنوع لازمی ہے تاہم ایک بات سب میں مشترک ہونی چاہئے، وہ ایمان ویقین کا احیاء، حقائق دینیہ، مغیبات اور اسلام کے ابدی ہونے پر غیرت متزلزل عقیدہ کا پیدا کرنا ہے۔یہ کتب ذات باری تعالیٰ کی ذات وصفات کے اثبات اور اسلامی نظریہ توحید ورسالت امت کی بعثت کی اہمیت سے لے کر معاد، حیات بعد الموت ودیگر امہات عقائد تک اور آسمانی مذاہب وادیان کی عمومی ضرورت اور ان میں اسلام کی فوقیت سے لے کر وحی ونبوت کی حقیقت و غیرہ صدہا مضامین پر مشتمل ہوسکتی ہیں۔حجم کے لحاظ سے بڑی چھوٹی اور منجھولی کتابوں میں ان حقائق کو مختلف صورتوں اور طریقوں سے بیان کیا جائے کہ حق ویقین کی یہ صدا ہر ایک کان تک پہنچ جائے۔جیسا کہ کہا جاچکا ہے کہ مغرب کی عمومی استیلاء، اور معاشی ضروریات نے ان علوم وفنون کا حصول ایک حد تک ناگزیر کردیا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ کس طرح ان علوم کے منفعت والے پہلوؤں سے فائدہ اٹھایا جائے اور مفسد

اثرات سے بچنے کی کیا صورتیں اختیار کی جائیں " خذا ما صفا و دع ما کدر "مجھ جیسے ہر مبتدی کا کام نہیں، بلکہ بقول مولانا رومؒ

؎ مرغ پر نارستہ چوں پرّاں شود طعمہ ہر گربہ دراں شود

ترجمہ: جس پرندے کے پر ابھی نہ نکلے ہوں، وہ جب اُڑنا شروع کرتا ہے تو ہر پھاڑنے والی بلی کا لقمہ بن جاتا ہے۔

مزید براں ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ آج صرف طبعی علوم کی مختلف شاخوں یا دگر علوم ہی کو اخذ کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ علوم کے حصول سے پیشتر اپنی تہذیب وتمدن، ثقافت وشعائر یہاں تک کہ عبادات واخلاق طرز ماند و بود تک کو خیر باد کہہ دیا جاتا ہے۔ اسلام محض عقائد یا چند تعبدی رسوم کا نام نہیں۔ بلکہ اپنی خاص تہذیب ومعاشرت اور طریقہ حیات بھی رکھتا ہے جو زندگی کے جزوکل پر حاوی ہے۔ جب معاشرت وتہذیب، اخلاق وثقافت چھوڑ دی جاتی ہے تو اس کے ساتھ زندگی کی بے شمار اسلامی حقیقتیں بھی گم ہو جاتی ہیں۔ بہر حال ان تمام حقائق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے امت کو ایک عظیم اور ہمہ جہتی لائحہ عمل اختیار کرنا ہے کہ نئی پود، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور امت کا ذہین گروہ اسلام ہی کی رونق اور قوت کا سبب بنے اور ہمیں یہ نہ کہنا پڑے۔

؎ غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشہ کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

ترجمہ: اے غنی! کنعان کے بوڑھے (یعقوب علیہ السلام) کے تاریک دنوں کا تماشہ کر کہ ان کی آنکھوں کا نور (یوسف علیہ السلام) زلیخا کی آنکھوں کو روشن کر رہا ہے۔

نظام تعلیم میں اصلاح کی ضرورت:

اس سلسلہ میں پہلا قدم اسلامی ممالک میں نظامِ تعلیم میں بنیادی تبدیلی کا ہے۔ ہمارے نظامِ تعلیم کی خشت اول اور بنیادی نقطہ امت میں دین کے بقا، دینی زندگی کے احیاء اور عالم میں دین کی اشاعت وفروغ ہونا چاہیئے اور اس کے ساتھ دوسرے عمرانی، معاشی اور طبیعاتی علوم اس نہج سے پڑھائے

جائیں کہ وہ علوم ہماری اسلامی زندگی پر مضر اثرات نہ ڈال سکیں۔ ہم ان علوم کو اسلام کا خادم اور مسلمانوں کی دنیاوی معیشت کا مددگار سمجھ کر حاصل کریں نہ کہ وہ ہماری زندگی کا مقصد اور نصب العین اس طرح بن جائیں کہ ان کی غلط طلب میں دین کا چشمۂ حیات ہی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو جائے اور ذریعہ کے حصول میں مقصد ہی ہاتھ سے جاتا رہے۔

اس کے لئے ہمیں ابتدائی جماعتوں سے لے کر بی۔ اے تک اسلامی تعلیم ہر طالب علم کے لئے ایک مضمون کے طور پر لازمی قرار دینی ہوگی اور محض ضابطہ اور اشک شوئی کے لئے دینیات کا مضمون نہیں پڑھانا ہوگا بلکہ جملہ علوم میں اسے ممتاز اور نمایاں حیثیت دینی ہوگی۔ اس کی اہمیت وفوقیت کو واضح کرنا ہوگا کہ اگر ہم اپنی آئندہ نسلوں کو اسلام پر قائم رکھنا چاہتے ہیں تو اس کے سوا چارہ کار نہیں۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

ترجمہ: اگر تم مسلمان زندہ رہنا چاہتے ہو تو قرآن کے بغیر مسلمان زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔

دینیات کا نصاب اس طرح مرتب کیا جائے کہ تمام ضروری اسلامی علوم سے ایک گونہ واقفیت حاصل ہو جائے اور اگر کوئی شخص بعد میں ان علوم کی کسی شاخ میں تکمیل ومہارت حاصل کرنا چاہے تو آسانی سے کر سکے۔ ذریعہ تعلیم پانچویں تک ملکی زبان ہو اور اس کے بعد عربی کو اس طرح شریک نصاب کیا جائے کہ فوقانی جماعتوں تک پہنچتے ہوئے عربی زبان میں دینیات کی کتابیں پڑھی جا سکیں۔ تفصیلات کا یہ مقام نہیں۔ ماہرین تعلیم وعلماء مناسب نصاب تعلیم، طریق کار اور لائحہ عمل بنا سکتے ہیں۔ جہاں مسلمان محکوم ہیں وہاں مساجد ومکاتب کا منظّم نظام اس کمی کو پورا کر سکتا ہے۔

اسلامی تربیتی دارالاقامے (Hostels):

تعلیم کے ساتھ دوسری اہم بات تربیت ہے۔ صحیح اسلامی تربیت کے فقدان اور اسلامی معاشرہ کے اضمحلال نے امت کے کثیر طبقہ کو دین سے بیگانہ کر دیا ہے۔ تربیت کے لئے صحیح اسلامی ماحول ومعاشرہ پیدا کرنا امت کا فریضہ ہے۔ جدید طبقہ کے لئے اس کمی کو دارالاقاموں کے قیام سے ایک حد تک دور کیا

جاسکتا ہے۔جن کالجوں، سکولوں یا یونیورسٹیوں میں اقامتی ورہائشی سہولیات ہیں وہ اس سے پورہ فائدہ اٹھاسکتی ہیں۔ضرورت ہے کہ ان ہاسٹلوں میں رہنے والے طلبہ کو اسلامی ذہن وعمل، دین کا درد وفکر رکھنے والے سنجیدہ ومتین شفیق اساتذہ کی نگرانی میں رکھا جائے۔طلبہ کو ان کی درسی کتابوں کے مطالعہ اور اپنے خاص مضمون کی تیاری کے علاوہ باقی اوقات میں ایسے مشاغل میں مصروف رکھا جائے جو ان کی جسمانی و علمی نشوونما کے ساتھ ان کی روحانی اور اسلامی زندگی بنانے میں ممد ومعاون ہوں۔طلبہ کی دینی تعلیم وتربیت کا کماحقہ بندوبست کیا جائے۔ان کے افعال واعمال کی نگہداشت کی جائے۔ان میں ہر قدم پر اسلام کی عظمت کا احساس، دینی شعور، دینی دعوت کا قوی داعیہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔کم ازکم اسلامی فرائض وواجبات کی پابندی لازمی قرار دی جائے۔اس سلسلہ میں جبر واکرہ کی بجائے رأفت و شفقت، محبت ورحمت کی راہ اختیار کی جائے اور نبوی طرز کے مطابق ترغیب وتشویق سے اعمال دینی کی رغبت پیدا کی جائے اور حکیمانہ ترہیب وتنذیر پر برائیوں کی نفرت پیدا کرائی جائے۔ ان میں امت کے فریضۂ منصبی کی اہمیت اور اس کی ادائیگی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے تبلیغ ودعوت کی مجالس اور اس کی عملی مشق کی ہمت افزائی کی جائے۔ہوسکے تو چھٹیوں کے اوقات میں دیہات میں دینی دعوت کے لئے جماعتیں بنا بنا کر بھیجی جائیں (جیسا کہ آجکل سوشل ورک کے لئے طلبہ جاتے ہیں) اور وہ دین کی ابتدائی اور بنیادی متفق علیہ باتوں ہی کی دعوت دیں۔اختلافی اور مشکل مسائل کا تذکرہ نہ کریں۔دعوت سے ان کی اپنی تربیت بھی ہوگی۔اور جن دیہات میں جائیں گے۔ان کی اصلاح کی بھی انشاء اللہ صورتیں پیدا ہوں گی۔ اگر امت ان تجاویز کو حکمت ودانائی، ہمت وجرأت، محنت واستقامت سے اپنانے کوشش کرے تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ونصرت بے دینی والحاد کے موجودہ سیلاب کو روک دے۔اور نئی پود الحاد وارتداد سے بچ سکے۔اصحاب فکر ودرد اس بارے میں اس سے اچھی تجاویز پیش کر سکتے ہیں۔مقصود اصلاح ہے۔اللہ تعالیٰ امت کی اس فتنۂ عظیم میں مدد فرمائے،اور ہمیں اس سیلاب کے رخ کو ہدایت کی طرف پھیر دینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

(جاری ہے)

بیان چترال ﴿بونی﴾ اجتماع ۲۰۰۶ء (پہلی قسط)

(حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد.

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (سورۃ الحدید ۲۰)

ترجمہ: تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات (ہرگز قابلِ اشتغال چیز نہیں کیونکہ) محض لہو ولعب اور (ایک ظاہری) زینت باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا (قوت وجمال اور دنیوی ہنر وکمال میں) اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے (یعنی مقاصد دنیا کے یہ ہیں کہ بچپن میں لہو ولعب کا غلبہ رہتا ہے اور جوانی میں زینت وتفاخر کا اور بڑھاپے میں مال ودولت آل واولاد کو گنوانا اور یہ سب مقاصد فانی اور خواب وخیالِ محض ہیں جس کی مثال ایسی ہے) جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کا اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ (کھیتی) خشک ہو جاتی ہے سو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے (اسی طرح دنیا چندروزہ بہار ہے پھر زوال واضمحلال، یہ تو دنیا کی حالت ہوئی) اور آخرت (کی کیفیت یہ ہے کہ اس) میں (دو چیزیں ہیں ایک تو کفار کے لئے) عذابِ شدید ہے اور (دوسری اہلِ ایمان کے لئے) خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے (اور یہ دونوں باقی ہیں، پس آخرت تو باقی ہے) اور دنیوی زندگانی محض دھوکہ کا اسباب ہے۔ (معارف القرآن)

محترم بھائیو اور دوستو! یہ آیت برکت کیلئے پڑھ لی انشاءاللہ اس کی روشنی میں بات کریں گے۔ دو واقعات بڑے دلچسپ یاد آئے ہوئے تھے، خیال تھا پہلے وہ دو واقعات سناؤں۔ ایک واقعہ تو ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ جن کے ساتھ ہمارا بیعت کا تعلق ہے انہوں نے سنایا

ہمیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنی زندگی کے پچاس سال دین کا کام کیا ہے اس میں پچیس سال بہت جم کر تبلیغ کا کام کیا ہے اور باقی پچیس سالوں میں تحریکِ پاکستان کا کام ہے اوران کے باقی علمی مشاغل وغیرہ تھے۔ انہوں نے ہمیں ایک واقعہ سنایا کہ کوئٹہ کے تبلیغی مرکز میں ایک آدمی تھے جو مرکز میں مقیم تھے۔ پہلے زمانے میں زیادہ لوگ مقیم نہیں ہوتے تھے جس طرح اب مقیم ہوتے ہیں بلکہ مرکز کی حفاظت، چوکیدارے اور سنبھالنے کیلئے کوئی ایک دو آدمی رکھتے تھے۔ تو وہاں ایک آدمی تھے جو مرکز کے سنبھالنے والے، دن رات رہنے والے تھے۔ عموماً یہ لوگ بڑے زبردست عابد، ذاکر شاغل ہوتے تھے اور دعا والے لوگ ہوتے تھے۔ ان مقیمین کی خصوصیات میں سے ایک تو صائم الدھر یعنی سارا سال روزہ رکھنا سوائے پانچ ایام تشریق کے یعنی پانچ ایسے دن جن میں روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہے، باقی سارا سال روزہ رکھتے تھے۔ اور ایک ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کسی آدمی سے بات نہیں کرتے تھے کوئی بہت ضرورت کی بات ان کو کرنے کی پیش آتی تھی تو وہ قرآنِ پاک کی آیت میں بات کرتے تھے۔ پوچھا کہ آپ نے یہ پابندی اپنے اوپر کیوں لگائی ہوئی ہے؟ تو اس نے کہا **مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید** یہ ہمارے نوجوانان جو کافی سارے آئے ہوئے ہیں انہوں نے رقیب کا معنیٰ سمجھا ہوا ہے کہ جس سے ہم کو محبت ہوگئی ہو اور کوئی دوسرا اس سے محبت کرنے لگ جائے تو اس کو رقیب کہتے ہیں۔ عربی میں رقیب کے معنی نگہبان اور نگہداشت کرنے والے کے ہیں جو مسلسل کسی چیز کو ایسے دیکھ رہا ہو کہ گویا اس سے خطا ہی نہ ہو رہی ہو۔ تو اس شخص کا جواب یہ تھا کہ کوئی لفظ آدمی زبان سے نکالتا نہیں ہے کہ اس کا زبردست نگران ہے جو اس کی سخت نگرانی کر رہا ہے۔ تو ہر لفظ جو زبان سے نکلتا ہے اس کی سخت نگرانی ہو رہی ہے۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ ہماری ان سے دلچسپی ہوگئی۔ ہم نے ان سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ اُس نے دو آیتیں پڑھ کر جواب دیا۔ ایک آیت میں لفظ **قسورہ** (شیر) آتا تھا جبکہ دوسری میں لفظ **محمد** آتا تھا۔ ہم نے کہا شیر محمد اُس نے جواب میں قرآن کا لفظ **بلیٰ** کہا یعنی ہاں۔ ان

سے پوچھا کہ آپ رہنے والے کہاں کے ہیں؟ اُس نے دوآیتیں پڑھیں بلدۃ طیبۃ و رب غفور اور قل نار جھنم اشد حرا جس کا معنیٰ بنا کہ اچھی بستی ہے پر گرمی اس کی سخت ہے۔ہم نے کہا ملتان تو اس نے کہا بلیٰ۔حضرت کہتے ہیں کہ ہمیں شوق ہوا کہ اپنے نفس پر اتنی زبردست پابندی لگا کر زندگی گزارنے والے شخص کو یہ چیز ملی کہاں سے؟ تو پوچھا کہ آپ کا بیعت کا تعلق کہاں پر ہے؟اس پر اُس نے ایک آیت پڑھی اس میں لفظ عبد آیا اور دوسری آیت جو پڑھی اس میں لفظ قادر آتا تھا۔ہم نے کہا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اُس نے جواب میں کہا بلیٰ۔

دوسرا واقعہ حاجی صاحبؒ کا یاد آیا۔اس وقت ساری دنیا میں ہمارا سلسلۂ چشتیہ صابریہ کی جو موجودہ ترتیب چل رہی ہے اس کی بنیاد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔حاجی صاحبؒ کی اپنی کتاب ہے اس کتاب کا نام ہے ''امدادالسلوک''۔اس میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ایک بادشاہ تھا بڑا سمجھدار اور دانشور آدمی تھا۔اس نے چاہا کہ اس کے بعد اس کا بیٹا بھی اس طرح حکومت کرے جس طرح وہ کر رہا ہے یعنی شریعت کے مطابق حکومت ہو خدمتِ خلق والی ہو۔اس کے لئے سب سے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ یہ عالم ہو،علماء کی صحبت اٹھائے ہوئے ہو۔اس کو علماء کے حوالے کیا۔اس کو اساتذہ کرام صاحبان نے پڑھا لکھا کر زبردست عالم بنادیا۔جب عالم بنا تو اس نے ایک خاص بات سمجھ لی کہ انسان کا بولنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور بہتر چیز خاموشی ہے۔جب واپس آیا تو والد صاحب نے کہا کہ تقریر کرو تو تقریر نہ کرے،کہا باتیں کرو تو باتیں نہ کرے۔کیا باپ ہوا کیا بیٹا ہوا۔اس نے بات کر کے نہیں دی۔اب کیا ہوگا جو آدمی بولے نہیں تو حکومت کیسے کرے گا تو بادشاہ کو اس کے وزیروں نے،سمجھدار لوگوں نے،دانشوروں نے کہا کہ اس کو شکار پر باہر لے جایا جائے۔بندہ جب دوڑتا ہے اور جذباتی ہوتا ہے پھر کوئی نہ کوئی بات اس کی زبان سے نکل آتی ہے۔تو شکار پر لے گئے۔شکار کے پیچھے پھر رہے تھے پھر رہے تھے ایک جھاڑی کے پیچھے سے ایک تیتر نے آواز نکالی۔جوں آواز نکالی شکاری نے تیر مارا اور تیتر شکار ہو گیا۔تو بادشاہ کے بیٹے کی

زبان سے بات نکلی کہ نہ بولتا تو نہ مرتا۔ بڑے خوش ہوئے لوگ کہ شہزادے نے بات کی۔اب اس کو کہیں بولو پھر نہ بولے۔ بہت کہا آخر بادشاہ کو غصہ آیا اور کہا کہ کرواس کی پٹائی ۔ جو کارندوں نے پٹائی کی تو اس نے کہا نہ بولتا تو نہ پٹتا۔ سبحان اللہ! یہ عجیب دو باتیں یاد آ گئی تھیں سنا دیں آپ کو۔

کل غور کررہا تھا کہ صبح کیا بات کریں گے تو اس سلسلے میں ایک تمہید کے طور پر یہ بات یاد آئی۔ ہمارا ملک جب سے بنا ہے امریکہ نے اس کو اپنی پکڑ میں لیا ہوا ہے۔اُس وقت دنیا میں دو بلاک کام کررہے تھے ایک روس کا بلاک جو کہ دہریت والے تھے خدا کی ذات سے انکار کرنے والے تھے وہ کمیونسٹ بلاک (communist block) تھا، اشتراکیت اور اشتمالیت والا۔یعنی سارا مال ریاست کی ملکیت ہوجائے اور لوگوں کو مساوی تقسیم کرکے دیا جائے تاکہ معاشی اونچ نیچ نہ ہو اور سارے لوگ آسودہ ہوجائیں ۔کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ساری خطاؤں کی بنیاد سرمایہ داروں نے رکھی ہے اور جو مذاہب ہیں یہ بھی سرمایہ داروں کے آلۂ کار بنتے رہے ہیں۔ دوسرا بلاک capitalist block تھا، سرمایہ دارانہ نظام والا، جس میں امریکہ بھی شامل تھا۔ پہلا بلاک یعنی اشتمالی اشتراکی جب کسی ملک پر یلغار کرتے تھے تو وہاں سے مذہب کا خاتمہ کرتے تھے۔ کیا عیسائیت کیا یہودیت سارے مذاہب کا خاتمہ کرتے تھے اور دنیائے اسلام کی طرف اگر بڑھتے تھے تو وہاں پر سب سے پہلے توحید کا اور خدا تعالیٰ کے ماننے کا خاتمہ کرتے تھے۔ جبکہ سرمایہ دارانہ (capitalist) بلاک کا طریقہ کار یہ تھا کہ نفس پرستی والی اور نفس کی چاہت والی زندگی، فسق وفجور والی اور گناہ والی زندگی کو عام کردیا جائے۔ کیونکہ اُن کی بنیاد گناہوں والی زندگی کی ہے، فسق وفجور کی ہے لہٰذا اُن کی طرح ہو کر اُن میں مدغم ہوجائیں گے۔

کسی ملک یا قوم پر غلبہ حاصل کرنے کے دو راستے اور طریقے ہوتے ہیں۔ایک چیز ہے تعلیم اور ایک چیز ہے معیشت۔تعلیم سے تو آپ کسی ملک یا علاقے کو دماغ دیتے ہیں جو سوچتا ہے۔ لہٰذا تعلیم سارے ملک کو سوچ دِلاتی ہے۔ تھِنک ٹینک Think Tank کے الفاظ آپ نے

اخباروں وغیرہ میں سنے ہوں گے۔ تو دانشور طبقہ سوچتا ہے اور پھر عمل کی بنیاد دیتا ہے تاکہ ایک تو وہ طبقہ اپنا ہو جائے یعنی Think Tank اپنا ہو اور وہ تعلیم کے ذریعے ہوتا ہے۔ اور دوسری چیز ہے معیشت۔ یہ بات تو پکی ٹھکی اور واضح بات ہے کہ کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اور توحید کا یہی تقاضہ ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے احکامات اور اپنے فیصلوں کا نفاذ اسباب کے واسطے سے رکھا ہے۔ اور معیشت تو دین کا رکن ہے۔ سارے لوگ کہیں گے ارکان تو کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہیں اور یہ کہہ رہا ہے کہ معیشت بھی رکن ہے۔ جی جناب رکن معیشت ہے۔ زکوٰۃ جو ہے یہ صرف ڈھائی فیصد حصہ دینا نہیں ہے یہ پورا اسلام کا نظامِ معیشت ہے۔ اس کے نمائندے کے طور پر زکوٰۃ کو سامنے کیا گیا ہے ورنہ یہ پانچواں رکن ہے معیشت جس میں زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور مختلف قسم کے جو مالی شعبے ہیں وہ سارے اس کے تحت آ جاتے ہیں اور زکوٰۃ کے علاوہ جو فقہ کی کتابوں میں بیع و شراع کی پوری کتاب رکھی گئی ہے، اس کا پورا ایک باب رکھا گیا اس لئے کہ معیشت ایک ضروری شعبہ ہے دین کا۔

بذریعۂ دانشوران کسی ملک پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ پاکستان کے معاہدات تھے مغربی دنیا کے ساتھ، ہمارے طلبہ جاتے رہے، اعلیٰ تعلیم کیلئے ان ہی ممالک کی طرف جاتے گئے۔ ہر ملک چاہتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی تہذیب وثقافت اور اس کا نظریہ بھی اگلے ملک میں عام ہو، تاکہ اُس میں اس کی بنیادیں مضبوط ہوں، تاکہ اس کے سارے معاشی وسائل اس کے قبضہ میں آ جائیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے ہمارے ان طلباء کی خوب ذہن سازی کی۔ اور ان کو اپنی تہذیب، ثقافت، اپنا عقیدہ، نظریہ اور اپنی زندگی اور سرمایہ دارانہ نظام کا عادی بنایا۔ ہماری یونیورسٹی میں آئے ہوئے پرانے ساتھی پروفیسر شاہد کو جانتے ہوں گے جس نے امریکہ سے پڑھا ہوا ہے۔ کہتا ہے کہ جب میں یہاں پر آیا تو آ کر کہا کہ The life is so monotonous over here! کہ زندگی تو یہاں پر بڑی پھیکی ہے۔ یہاں

کوئی American Alumni Association بنانی چاہیئے ۔یعنی امریکہ سے جو روشنی حاصل کر کے آئے ہوئے ہیں ان لوگوں کی ایک تنظیم بنانی چاہیئے کہ یہاں پر کوئی cultural activities یعنی کوئی ثقافتی سرگرمیاں ہوں کہ کتنی پھیکی زندگی ہے۔اللہ کی شان کہ اس کو ہمارے چند ساتھی ٹکرے اور لے گئے تبلیغی جماعت کے چلّے پر۔جوں چلے سے آیا تو ساری ثقافتی سرگرمیاں دھری کی دھری رہ گئیں اور آدمی کو زندگی بدلنے کی اللہ نے توفیق دے دی۔اس سلسلے میں مجھے یاد ہے، میں ۱۹۶۴ء میں پشاور یونیورسٹی میں آیا ہوں،تو ۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۸ء ان چار پانچ سالوں میں جو آدمی مغربی دنیا سے واپس آتے تھے اکثر کا ایمان سلب ہو چکا ہوتا تھا۔اور اگر کوئی ایمان لے کر بھی آتے تھے وہ فسق وفجور کے اور گناہوں کے عادی ہو چکے ہوتے تھے۔اس جگہ اس واقعے کو میں آپ کو بتادوں کہ جس وقت پیر سانگھڑ کو انگریزوں نے پھانسی پر لٹکایا ہے تو اس کے بیٹوں کو تربیت کیلئے برطانیہ بھیجا ہے۔موجودہ پیر پگاڑہ وہاں سے آیا ہے گریجویشن کر کے۔گدی پر بیٹھتا ہے،عرس کی چادر چڑھاتا ہے،مرید آکر اس کے ہاتھ چومتے ہیں لیکن خود اس نے اخباروں میں بیان دئے ہوئے ہیں،لوگوں کی معلومات میں ہوگا کہ کیا کروں نماز پڑھنے کی مجھے توفیق نہیں ہوتی۔ایسا عادی بنایا اس کو اپنی طرزِ زندگی کا کہ اب اُس کے اعصاب سے نکل نہیں سکتی۔انسان تو گوشت پوست اور ہڈی پٹھے کا نام نہیں ہے انسان تو سوچ اور فکر کا نام ہے جو اس کے قلب میں ہے۔بقول مولانا روم

ے آدمیت لحم و شحم و پوست نیست

آدمیت جز رضائے دوست نیست

ترجمہ: آدمیت گوشت، چربی اور جلد کا نام نہیں ہے۔آدمی دوست (اللہ) کی رضا کے جذبے کا نام ہے۔

دوسرا واقعہ بھی یاد آگیا،سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ کا دورہ ہوا لکھنؤ کا تو کچھ لوگوں نے آکر کہا کہ حضرت ٹیپو سلطان رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد اُس کے دو بیٹوں کو انگریزوں نے ایک

اطالیق یعنی استاذ کے حوالہ کیا ہوا ہے اور وہ دہریہ ہے اور وہ دن رات اُن کو دہریہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ ان کا عقیدہ نہ رہے اور وہ ٹیپو سلطان کے بیٹوں کے نام کی شکل سے تو موجود ہوں لیکن نہ ان کے پاس توحید ہو، نہ اِن کے پاس دین ہو اور نہ اِن کے پاس جرأت اور شجاعت ہو جس پر اِن کا باپ تھا۔ سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ سے مشورہ کیا حضرت اِن کے بارے میں کیا کریں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا جو استاذ ہے اس کے دلائل اور شخصیت کو توڑ دیا جائے تو کام کے قابل ہی نہیں رہے گا۔ حضرت سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمہ گیر صفات کے علاوہ زبردست قوتِ توجہ نصیب فرمائی تھی یہاں تک کہ آدمی پر ایک بار متوجہ ہوئے ہیں اور کہا ہے کہ جا تیری ساری زندگی کے لئے کافی ہو گیا۔ اور واقعی اس ایک توجہ سے آدمی کی سوچ فکر اور شخصیت بدل جاتی تھی۔ سیرتِ سید احمد شہید میں آتا ہے کہ نیپال کا ایک وفد آیا اور تھوڑی دیر اُن کو بٹھایا اور ان کے قلوب پر متوجہ ہوئے اور پھر ان کے جو امیر تھے اپنی پگڑی ان کے سر پر رکھی اور اپنی زبان مبارک پر انگلی لگا کر اپنا لعاب ان کی زبان پر لگا دیا اور کہا کہ جائیں بس آپ کے لئے کافی ہو گیا انشاء اللہ۔ نیپال کے علاقے میں اب دین کا پھیلاؤ اور توحید کا کام آپ لوگوں کے حوالے ہو گیا۔ کہتے ہیں نیپال کے علاقے میں جو دین اس وقت موجود ہے یہ سید صاحب کے ان مریدوں کی وجہ سے ہے جنھوں نے صرف ایک دفعہ توجہ لی تھی۔ تو اس اطالیق کے بارے میں طے ہوا کہ سید صاحب اس پر متوجہ ہوں اور اس کے باطن کی فکر کو توڑ دیں بس پھر یہ کام کا نہیں رہے گا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت اِس سے پہلے ضروری یہ ہے کہ اِس کے فلسفے اور منطق کو توڑا جائے اور اِس کے لئے آپ مجھے اجازت فرمائیں کہ پہلے جا کر میں مذاکرات کروں پھر اُس کے بعد آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پہلے شاہ اسماعیل شہیدؒ گئے۔ شاہ صاحب تو واقعی عجیب آدمی گزرے ہیں۔ جیسے میدانِ جنگ میں کھڑے ہو کر تلوار اور بندوق چلانے میں اُن کو بلا کی مہارت حاصل تھی ایسے ہی کیا تفسیر، کیا حدیث، کیا فقہ، کیا فلسفہ، کیا منطق، ہر فن کے امام تھے۔ چنانچہ پہلے شاہ صاحب ملے اُس کے بعد سید صاحب سے ملاقات کروائی۔

میں عرض کر رہا تھا کہ باطل ایسے کام کرتا ہے اور شکار اُس کا نوجوان ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ جب سے تشریف لائے اور انہوں نے کام شروع کیا یونیورسٹی میں تو اس کے بعد میں نے دیکھا کہ مغرب جانے والے جب واپس آئے ہیں کسی کا ایمان سلب نہیں ہوا اور جو حضرت کے تربیت یافتہ ساتھی گئے ہیں وہ تو اُن کی فضا میں تہلکہ مچا کر آئے ہیں اور لوگوں کو مسلمان کر کے آئے ہیں۔ وہاں پانچ پانچ سال Ph. D میں لگتے ہیں۔ وہ ممالک ہمارے ساتھیوں کو بلاتے رہے۔ تو پانچ سال میں متاثر نہیں ہوئے۔ پھر انہوں نے خاص طور سے ہمارے ساتھیوں کو مزید ایک سال کیلئے بلایا جس کو پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ کہتے ہیں۔ پوسٹ ڈاکٹریٹ ریسرچ کیلئے جب بلایا تو اُس کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اس آدمی کے بال بچے ساتھ نہیں آئیں گے۔ پہلے تو یہ بال بچے ساتھ لے کر آتے رہے ہیں اور ہمارے پیشاب سے بھی بچ کر چلے گئے اور یہاں کی ٹٹی سے بھی بچ کر چلے گئے۔ پیشاب اِن کی شراب اور ٹٹی ان کی گوں کی بھری ہوئی بے ترتیبی عورتیں۔ اس لئے ان کو پھر بلائیں۔ اس میں ہمارے دو ساتھی شیر حسن صاحب اور عالم خان صاحب گئے تھے۔ شیر حسن صاحب تو عمر میں ہم سے بڑے ہیں اس لئے ان سے زیادہ بے تکلف بات نہیں کرتے۔ عالم خان صاحب ہم سے چھوٹا ہے تو اُس سے میں نے کہا یا عالم خانه یو کال تلے وے بال بچ نه بغیر نو گڑ بڑ شوے نه وے الته؟ کہ ایک سال بال بچوں کے بغیر گئے تھے تو وہاں گڑ بڑ نہیں ہوئے؟ تمہارے جذباتِ جنسیہ برانگیختہ نہیں ہوئے؟ تو اس نے کہا ڈاکٹر صاحب یہ جذباتِ جنسیہ کا برانگیختہ ہونا تو سوچ کے ساتھ متعلق ہے۔ It is a hormonal orchestra, if you beat it, it sounds, if you donot beat it, it does not sound. یہ تو غدود و عروق کا ایک طائفہ ہے، جس طرح کہ ڈھول باجے والوں کا، بینڈ والوں کا ہوتا ہے، یہ تو ایک طائفہ ہے بجائیں تو بجتا ہے نہ بجائیں تو نہیں بجتا۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت مولانا صاحبؒ کی تربیت تھی۔ ایک سال تک اپنی سوچ اس طرف آنے کو ہی نہیں دی۔ جب سوچ متاثر نہ ہو تو انسان کا باطن کا نظام متاثر ہی نہیں ہوتا ہے۔ باطن کا نظام ہی متاثر نہ ہو تو گناہ کے حالات ہی نہیں بنتے۔ بفضلہٖ تعالیٰ مجھے

اس سال میں کچھ نہیں ہوا۔ نہ اُن کی گوں کی بھری ہوئی عورتوں سے متاثر ہوئے اور نہ اُن کی باقی کسی چیز سے متاثر ہوئے۔

جنوبی افریقہ ہمارے کافی سفر ہوئے ہیں۔ پہلا سفر ہوا تو ساتھی پوچھ رہے تھے کہ کیا تأثر ہوا ہے۔ میں نے کہا جب میں وہاں اترا تو وہاں کے انگریز کو جو اللہ نے صحت، حسن و جمال دیا ہے خوبصورتی دی ہے پھر بنا ٹھنا۔ پھر آدھا ننگا لباس پہنے ہوئے اس کی عورتیں پھرتی ہیں۔ پھر ہوائی اڈے پر تو خاص کر سارا حسن و جمال جمع ہوتا ہے۔ میں نے کہا ہم تو جب پہلے اترے تو اترتے ہی اک ہوک اٹھی دل سے۔ ہوک کیا تھی؟ فوراً یہ آیت آئی۔

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوۡعِدُهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝ لَهَا سَبۡعَةُ اَبۡوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنۡهُمۡ جُزۡءٌ مَّقۡسُوۡمٌ ۝ (سورۃ الحجر ۴۳، ۴۴)

ترجمہ: ان سب کا ٹھکانہ جہنم ہے، جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ (میں سے جانے) کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں (کہ کوئی کسی دروازے سے جائے گا کوئی کسی دروازے سے) (معارف القرآن)

آہ! ان سب سے جہنم کا وعدہ ہو چکا ہے۔ سارے حسن و جمال اور خوبصورتی کے پیچھے جہنم کی آگ کی وہ لپٹیں اور جہنم کی آگ کے وہ شعلے نظر آرہے تھے جس کی طرف یہ بڑھ رہے تھے۔

تو اس پروفیسر صاحب نے کہا ہم ایک سالہ قیام میں ذرہ ان سے متاثر نہیں ہوئے ہیں۔ تو سوچ تو اصل میں تربیت ہے نفس کی۔ نفس کی دو کمزوریاں ہیں۔ ایک مفاد ہے ایک مزہ ہے۔ نفس مزے اور چسکے کے پیچھے چلتا ہے۔ اور انسان کے اندر تین ادارے ہیں۔ ان کے واسطے اور ذریعے سے یہ دو چیزیں اپنی کارکردگی کرتی ہیں۔ ایک جذبۂ غضب رکھا گیا ہے، ایک رکھا گیا ہے جذبۂ شہوت اور ایک رکھا گیا ہے جذبۂ حرص۔ یہ تین جذبے اس کے دو تقاضوں یعنی مفاد اور مزہ پورا ہونے کیلئے آلۂ کار ہیں۔ انسان کے اندر حرص، شہوت اور غضب وہ تین چیزیں ہیں جو ان مفادات کو بنیاد بنا کر انسان کو استعمال کرا لیتی ہیں۔

(باقی اگلے شمارے میں)

ملفوظاتِ شیخ ﴿ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہ﴾ (قسط۔۳۶)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

جو دُنیا میں اللہ کی ذاتِ ذُوالجلال کے دھیان اور تصّور میں سراپا دِید ہوجائیں اُن کے لیے جنت کی نعمتوں میں سے دِید کی نعمت کو دائمی کیا جائے گا:

فرمایا کہ مجوسیوں میں ایک طریقہ ہے کہ مُردے کو وہی مَل کر دَخنہ کنواں ہوتا ہے اس کے طاق میں رکھ دیتے ہیں۔ پرندے آکر اس کا گوشت نوچ لیتے ہیں، اس کی ہڈیاں کنویں میں گر جاتی ہیں۔ یہ کوئی مجوسی شاعر ہے جو مرنے کے بعد اپنی دَخنے میں رکھی ہوئی لاش کے بارے میں پرندوں کو کہہ رہا ہے کہ میرے بدن کے سارے گوشت کو نوچ لینا اور کھا لینا لیکن دیکھو خیال کرنا میری ان دو آنکھوں کو نہ کھانا کیونکہ ان کو ابھی بھی دوست کے ملنے کی تمنا اور آس لگی ہوئی ہے۔

کاواں کھائیو سارا بدن، چن چن کھائیو ماس
پر دو نیناں نہ کھائیو، اِناں پیا ملن دی آس

ہمارے سلسلہ کی ایک عظیم شخصیت بابا فرید گنج شکرؒ ایک خاص قسم کا چلہ کاٹ رہے تھے، دورانِ چلہ ذکر میں اتنی محویت ہوتی تھی کہ پرندے آکر ٹھونگیں مار کر اُن کا گوشت نوچتے تھے، جس پر آپ یہی شعر پڑھتے تھے۔ پھر یوں ہوتا ہے کہ سوائے اس دِید کے کوئی جذبہ ہی باقی نہیں رہتا۔

جنت کی نعمتیں عطا ہے، لقاء ہے، رضا ہے۔ رضا تو ایک بار اعلان ہو کر ہو جائے گی۔ عطا جنت کے کھانے پینے، جنت کے نغمے، جنت کے باغات، اس کے پرندے، جنت کے پھول پھلواریاں، چشمے، بہتی نہریں، حُور و قصور، ان کا حسن و جمال، ان کی کشش وغیرہ یہ تو عطا ہے۔ اور لقاء جو ہمیشہ باقی رہے گی یعنی دیکھنا، دِید...وہ جو دنیا میں اللہ کی ذاتِ ذوالجلال کے دھیان اور تصور میں سراپا دِید ہو جائیں اُن کے لیے جنت کی نعمتوں میں سے دِید کی نعمت کو دائمی کیا جائے گا۔ اقبال نے جو کہا ہے

جس کا عمل ہو بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حُور و خیام سے گزر، بادۂ و جام سے گزر

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر

سُبحان اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ یہ دولت دے دے تو یہ دُنیا ہی جنت ہے۔

فہم کے مطابق عمل واجب ہے:

فرمایا کہ ایک بزرگ وفات پارہے تھے دوسرے بزرگ ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے، جوں ہی اُن کی وفات ہوئی مہمان نے چراغ بجھادیا۔ پاس والوں کو حیرت ہوئی کہ اب تو چراغ جلانے کی ضرورت ہے آدمی کی وفات ہوگئی ہے، انہوں نے چراغ بجھادیا۔ انہوں نے کہا کہ اب یہ چراغ وارثوں کی ملکیت ہے، جب تک میراث تقسیم نہیں ہوتی اس چراغ کو نہیں جلاسکتے، اب یہ پیسے لو اور تیل لاؤ اور چراغ جلاؤ۔ اتنا فہم اللہ نے اُن کو دیا تھا۔ اِس فہم کے مطابق اُن کے ذمہ عمل بھی واجب تھا۔ جس آدمی کو جس بات کا فہم ہے اس پر عمل بھی کرکے دکھائے۔

رَشک کو شریعت نے مباح کیا ہے:

فرمایا کہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جب ہم علماء کے سامنے یہ تذکرہ ہو کہ فلاں دُکاندار نے آج ہزاروں روپے کمائے۔ فلاں وزیر بن گیا۔ فلاں کی اتنی جائیداد ہے۔ تو ہمیں اس کے ساتھ مقابلہ کے جذبات محسوس نہیں ہوتے۔ ایک طرح سے ہمیں شکر محسوس ہوتا ہے کہ ہم میں حسد نہیں ہے۔ لیکن پتہ اس وقت چلتا ہے جب کوئی کہے کہ فلاں مولوی صاحب نے بہت اعلیٰ تقریر کی، بہت علمی درس دیا یا بہت مفید کتاب لکھی۔ تو اس وقت آدمی اپنے باطن کو دیکھے کہ کچھ ناگواری یا جلن محسوس ہورہی ہے؟ واقعی یہ امتحان تو اپنے شعبے کے لوگوں کے ساتھ مقابلہ آنے میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حسد سے محفوظ فرمائے۔

البتہ رَشک کو شریعت نے مباح کیا ہے۔ بندہ کو اگر کسی کے ساتھ رشک محسوس ہوتا ہے تو ایسے آدمی کے ساتھ جسے اللہ نے علم دیا ہو یعنی درسِ نظامی کا فارغ التحصیل ہو، اہلسنت والجماعت کے عقائد ہوں۔ کسی شیخ سے تربیت لی ہو اور تکمیل کی ہو۔ اعمال واشغالِ تصوف کی عملاً خود پابندی کرتا ہو اور ان کو عوام میں برت کر اور چلا کر ان کے ذریعے اصلاح کا کام کررہا ہو۔ واقعی ایسے آدمی کے ساتھ رشک محسوس ہونا چاہئے کہ یہ توفیق اللہ ہمیں بھی دے۔

حلال روزی کے حصول کے لئے دُنیاوی کام میں لگنا عین دین ہے:

فرمایا کہ حکیم الامّت، مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''آدمی کی تہجد قضاء ہونے سے یا پڑھنے سے مجھے سروکار نہیں ہوتا لیکن جب یہ اُٹھنے بیٹھنے میں، مجلس میں لوگوں کو تکلیف پہنچائے تو یہ اس کا بے تکا پن ہوتا ہے، اس پر میں باز پرس کرتا ہوں''۔

میں گاؤں گیا تو گاؤں والوں نے کہا کہ ہمارے امیر صاحب کہتے ہیں کہ کیا دُنیا کی مصیبتیں ہمارے ذمہ پڑی ہوئی ہیں، سکول کی ڈیوٹی پر جانا ہوتا ہے، کیا ظلمت اور معصیت ہے۔ میں نے کہا ماشاء اللہ! امیر صاحب تو مفتی ہو گئے ہیں۔ سکول پڑھانے کی مزدوری ان کو دُنیا لگتی ہے اور فقط گشت کرنا ہی اُن کے نزدیک دِین ہے۔ وہ تو بھائی آپ کا حلال روزی کمانے کا دروازہ ہے۔ وہ دُنیا نہیں ہے، عینِ دین ہے اور اس کے بارے میں شریعت کے احکامات ہیں۔ اُن احکامات پر عمل کیا جائے تو بے انتہا اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔

پوری شریعت پر محتاط عمل:

فرمایا کہ پوری شریعت پر محتاط عمل، آیا وہ عقائد ہیں یا عبادات ہیں، معاملات ہیں یا اخلاقیات ہیں یا معاشرت ہے، ضروری ہے۔ ہمارے حضرت جی مولانا یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (تبلیغی جماعت کے امیر) فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑے ایمان پر بھی آدمی عبادت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ قوی ایمان والا آدمی معاملات کو دُرست کر سکتا ہے کیونکہ اس کے لئے زیادہ قوت والے ایمان کی ضرورت ہے۔ اور حکومتی اُمور کو سنبھالنے کے لیے تو بہت زیادہ قوی ایمان کی اور فہم کی ضرورت ہے ورنہ آدمی پھسل جاتا ہے۔ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی بڑی شخصیات میں کس قدر اختلاف، جدال اور قتال ہوا ہے جس کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی کے ساتھی خوارج بنے اور اُس تقویٰ کے دور میں اپنی سازشوں سے اتنے مخلصین حضرات کے درمیان اختلاف اور غلط فہمی پیدا کی۔ یہ اُن کی غلط فہمیاں تھیں غلطیاں نہیں تھیں۔ غلطی تو کسی بات کی برائی کو جانتے ہوئے نیت کر کے اس کے خلاف کرنے کو کہتے ہیں۔ ہمارے ساتھی اور رسالہ کے ایڈیٹر ثاقب صاحب اپنے علاقے کے کسی خان کے مرنے کا واقعہ بیان کر رہے تھے کہ مرتے وقت وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے بہت حرام مال جمع کیا ہے۔

میری تو دوزخ ہوگئی لیکن اولاد میری تو آسودہ ہوگئی۔ میں نے کہا بڑے حوصلے اور جرأت والا آدمی تھا۔ قرآن پاک کی آیت ہے فما اصبرھم علی النار کہ کس نے ان کو اتنی جرأت دی کہ صبر کر بیٹھے ہیں آگ کے سہنے پر۔ اتنی جرأت ہوگئی ہے کہ اس لیے تیار بیٹھے ہیں کہ اس آگ کو سہیں گے! غلطی کہتے ہیں کسی بات کو غلط جانتے ہوئے ہٹ دھرمی سے نیت کر کے اس کو کرنا اور غلط فہمی کہتے ہیں کہ کسی بات کو آدمی اپنی طرف سے ٹھیک سمجھ رہا تھا، حق سمجھ رہا تھا، اس کو کرلیا لیکن تھی وہ غلط۔

قانون کا پھندہ کتنا مشکل ہوتا ہے، دوسرے کو جب تُو پھندہ ڈالتا ہے تو تجھے تو پتہ ہی نہیں چلتا، لیکن وہی پھندہ جب تیری طرف آتا ہے تو اُس وقت پتہ چلتا ہے کہ کتنی مشکلات ہیں:

فرمایا کہ ہمارے ایک افسر ہوتے تھے ایس این جی ڈی ڈیپارٹمنٹ میں، رُول ریگولیشن بیان (Quote) کر کے بہت پریشان کر رکھا تھا لوگوں کو، سارا دن لوگوں سے لڑتے ہی رہتے تھے۔ یہ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اس افسر کا اتفاق سے ہمارے ساتھ تعلق تھا، واقفیت تھی، لوگ میرے پاس آتے، میں کہتا کہ بھائی رُول ریگولیشن کی بات ہے اس میں میں کیسے مداخلت کروں۔ ایک آدمی جو قانون کو نافذ کر رہا ہے، صحیح قانون کو چلا رہا ہے اس کو ہمت دلانی چاہیے، حوصلہ دلانا چاہیے اب آپ سفارشیں کراتے ہیں۔ ایک دن اس طرح ہوا کہ وہ اپنے بیٹے کو اسلامیہ کالج پشاور میں داخل کر رہے تھے۔ بیٹے سے کہا کہ جا کر انٹرویو دے آؤ۔ بیٹا تھا کدو، آکر چپڑاسی سے پوچھا کہ انٹرویو کب ہے؟ اُس نے کہا کل ہے۔ یہ چلا گیا اور انٹرویو ہوگیا۔ دوسرے دن آیا، انٹرویو تو گزشتہ روز ہو گیا تھا، سلیکشن ہوگئی تھی، سیٹیں بند ہوگئی تھیں، رُول میں پکڑے گئے۔ پھر پھر کے پھر پھر کے شامت ہوگئی، مسئلہ نہیں حل ہو رہا، آخر وزیر اعلیٰ سے کہلوایا اور وزیر اعلیٰ نے اپنے صوابدیدی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اُن کے بیٹے کو داخلہ دلوایا۔ میں نے ایسے ہی مذاق سے کہا کہ جناب عالی! جس رُول کو آپ Quote کیا کرتے تھے اُس کا پھندہ آپ کی طرف آیا ناں! میں نے کہا کہ قانون کا پھندہ کتنا مشکل ہوتا ہے، دوسرے کو جب تُو پھندہ ڈالتا ہے تو تجھے تو پتہ ہی نہیں چلتا، لیکن وہی پھندہ جب تیری طرف آتا ہے تو اُس وقت پتہ چلتا ہے کہ کتنی مشکلات ہیں۔

روزمرہ کے کاموں میں بھی عبادت کی نیت ہے:

فرمایا کہ ہمارے بڑے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک

سرکاری افسر اُن سے ملنے کے لیے آئے، اُس نے کہا کہ حضرت کوئی وظیفہ بتائیں، آپ نے فرمایا کہ سرکاری کام کو خدمتِ خلق کی نیت سے کرنا... یہ وظیفہ ہے، اپنے کام کو خدمتِ خلق کی نیت سے کرنا۔ اس کا خیال تھا کہ بتائیں گے اتنی ہزار دفعہ **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین** پڑھیں، اتنی ہزار دفعہ یہ پڑھیں وہ پڑھیں لیکن انہوں نے کہا کہ سرکاری کام کو خدمتِ خلق کی نیت سے کرنا یہ وظیفہ ہے۔ حلال روزی کی نیت سے کرنا کہ روزی کہیں حرام نہ ہو جائے۔

ہمارے خیبر میڈیکل کالج کا ٹائم ٹیبل ہمیں یاد ہے ایسا تھا کہ آٹھ بجے حاضری ہوتی تھی اور پانچ بجے جب مغرب کی اذان ہوتی تھی اس وقت چھٹی ہوتی تھی۔ ۸ تا ۵ ہمارا دورانیہ ہوتا تھا سٹڈی کا، ۸ تا ۹ ایک کلاس، ۹ تا ۱... وارڈ کی ڈیوٹی، ۱ تا ۲... نماز اور کھانے کا وقفہ اور ۲ تا ۳... کلاس اور ۳ تا ۵... وارڈ کی ڈیوٹی اور ۵ بجے چھٹی ہوتی تھی۔ ۲ تا ۳... کلاس پرنسپل صاحب خود جو ریٹائرڈ میجر جنرل تھے لیتے تھے۔ اور باقی کلاسیں سینئر پروفیسر لیتے تھے۔ پرنسپل صاحب ایسا اللہ کا بندہ تھا کہ اُس نے کہا ہوا تھا کہ برخوردار! آپ کا چونکہ وقفہ ہوتا ہے لہٰذا حاضری کیلئے ۵ منٹ پہلے پہنچیں۔ ۵ منٹ کم ۲ پر حاضری شروع ہوتی، ۲ بجے حاضری ختم اور سامنے گھڑی رکھ کر وہ ۲ بجے بولنا شروع کر دیتے تھے۔ جب سیکنڈ کی سوئی ۳ کو آ کر چھوتی تھی ان کا بولنا بند ہو جاتا تھا۔ اُن کو دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں ٹھیک کرتے تھے، ۵ منٹ کم ۸ پر اُن کی گاڑی نے اندر ہونا ہوتا تھا۔ اس ۵ منٹ میں وہ اندر جا کر اندر اپنی قراقلی ٹوپی رکھتے (اس زمانے میں بڑے بوڑھے آدمی قراقلی ضرور پہنتے تھے) اور چھڑی لے کر ٹھیک ایک منٹ کم ۸ یا ۸ بجے اُنہوں نے گیٹ پر کھڑا ہونا ہوتا تھا۔ نوکری کے آخری دن، دن بھر ڈیوٹی کر کے جب گھڑی نے دو بجے کو چھوا تو دفتر سے نکل کر انہوں نے اپنے چپڑاسی کو سلام کیا اور اپنے نام کی تختی اُتاری اور جا کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ۲ بجے تک بیٹھ کر ڈیوٹی کی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ روزی کا دروازہ ہے اس میں حلال حرام کے مسئلے ہیں سب کو دُرست کرنا ہے۔ خواہ ہمارا کوئی ذکر رہ گیا، نوافل رہ گئے، اُس پر باز پرس نہیں ہے، وہ تو مستحبات ہیں۔ فرائض و واجبات میں کوتاہی ہے، کمی ہے اُس پر باز پرس ہے، پکڑ ہے۔

(جاری ہے)

نشہ قابلِ علاج ہے

(ڈاکٹر محمد سفیر صاحب، میڈیکل اسپیشلسٹ، پشاور)

ایک ۶۵ سالہ مرد، لمبا قد، دُبلا بدن، چہرے پر جھریوں کے اثرات کے ساتھ کلینک آیا۔ مریض نے اپنے حالات کچھ اس طرح بتائے۔

"ڈاکٹر صاحب میں باڑہ، پشاور میں شیخان گاؤں سے تعلق رکھتا ہوں، عمر میری ۶۵ سال ہے، میرے والد صاحب کا کاروبار چرس بنانا اور اس کو ملک کے مختلف شہروں میں بھیجنا تھا، میری عمر ۵ سال کی تھی کہ مجھے میرے والد صاحب نے چرس بنانے کے لئے بٹھا دیا، چونکہ چرس ہم گھر میں ہی بناتے تھے اس لئے والد صاحب نے سوچا کہ کیا گھر سے باہر کا کام سیکھنے کے لئے بھیجوں، اپنا ذاتی کاروبار ہے اس کو یہی سکھانا چاہئے تاکہ میں اس کے بعد اس کے کام کو جاری رکھوں، میرے والد صاحب کی اس زمانے میں اچھی خاصی آمدنی تھی، ہم بڑی سہولت کی زندگی گزارتے تھے کیونکہ والد صاحب کا کاروبار بہت وسیع تھا، میں نے کچھ عرصہ تو مشاہدہ کیا کہ چرس کس طرح بنائی جاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد میں نے پوری تربیت حاصل کرلی، لیکن ساتھ ساتھ والد صاحب سے چھپ کر چرس پینا شروع کردی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چرس کی مقدار بڑھتا گیا۔ شروع میں جتنی استعمال کرتا تھا اس سے اب وہ مزہ نہیں آتا تھا، جو پہلے آتا تھا، کرتے کرتے ایک پاؤ سے تین پاؤ تک روزانہ چرس استعمال کرنے لگا، بڑا مزہ آتا تھا، باقی دوستوں کو بھی چرس مفت میں دینا شروع کردی اور یوں دوستوں کا ایک گروہ بن گیا، ہماری اپنی دنیا تھی جس میں چرس، بعض دفعہ شراب، اور باقی فضولیات شامل تھیں، دنیا کے باقی لوگ ہمیں بے وقوف نظر آتے تھے، جو کمائی ہوتی تھی وہ عیاشیوں میں لگتی، پھر شادی ہوگئی، بچے ہوگئے، لیکن میری عادات تبدیل نہ ہوئیں، والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد تو ہمارے کاروبار میں اچانک ایسی کمی آئی کہ میں اس کو اپنی فضولیات کی وجہ سے جگہ پر نہ لا سکا۔ پانچ چھ سال بعد میرے مالی حالات بہت خراب ہوگئے۔ جن لوگوں سے والد صاحب نے چرس کی پیشگی وصولی کی ہوئی تھی انھوں نے پیسوں کی واپسی کا مطالبہ شروع کردیا، کبھی اپنے رشتہ داروں سے قرض، کبھی دوسروں سے قرض لے کر والد صاحب کے بقایاجات کسی کو دیئے کسی کو نہ دیئے۔ چونکہ اپنی روزانہ چرس پینے کی عادت اسی طرح جاری تھی اس کے لئے بھی پیسے چاہئے تھے، قرض پر قرض لے کر آج نوبت بھیک مانگنے کی آگئی ہے۔ پانچ سال کی عمر سے جو چرس پینی شروع کی ہے وہ آج تک ہے، اب میری عمر ۶۵ سال ہے، یوں ۶۰ سال کی عادت ہے، ڈاکٹر صاحب کچھ

دنوں پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اللہ سے مانگوں اور اس ذلیل عادت سے اور ذلت کی زندگی سے توبہ کروں، شاید میرے حالات بدل جائیں، ڈاکٹر صاحب کسی نے آپ کا پتہ دیا کہ وہاں چلے جاؤ، وہ آپ کا علاج کرلیں گے، اب میں اسی امید پر آیا ہوں کہ آپ مجھے کوئی علاج تجویز کرلیں جس سے میں چرس چھوڑ دوں"۔

مریض کی ساری کہانی سن کر میں نے اس کو خوب تسلی دی کی فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے، شفا دینے والا ہے، آپ ناامید نہ ہوں، انشاءاللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اس مصیبت سے ضرور نجات دے گا۔ پھر طبی معائنہ کرنے کے بعد میں نے مریض کو کچھ دوائیاں تجویز کیں۔ مریض نے بہت اصرار کیا کہ میرے مختلف ٹیسٹ کرواؤ تاکہ پتہ چلے بدن پر کتنے اثرات ہیں۔ میں نے مریض کو خوب سمجھایا کہ آپ کو کسی ٹیسٹ کی ضرورت نہیں، اپنے پیسے ویسے ہی غیر ضروری ٹیسٹوں پر مت ضائع کریں، آپ کی ضرورت ہوتی تو میں ٹیسٹ ضرور لکھتا۔ مریض کی جب تسلی ہوگئی تو میں نے مریض کو یہ بات کہی کہ آپ کی چرس کی عادت مکمل چھوٹ جائے گی، لیکن اس کے لئے دوائی سے زیادہ ضروری بات آپ کی قوت ارادی ہے اگر آپ اس بات کا تہیہ کرلیں کہ میں آج سے چرس چھوڑتا ہوں، پھر کبھی نہیں پیئوں گا اور یہ کہ چرس اچانک چھوڑنے سے میرے بدن میں کسی قسم کی مضر اثرات ظاہر نہیں ہوں گے اور کسی اور سے اس بات کے بارے میں مشورہ نہیں کریں گے تو آپ مکمل صحت یاب ہوجائیں گے یہاں تک کہ دوائی کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ مریض نے میری پوری بات غور سے سن کر کہا کہ ڈاکٹر صاحب جو آپ نے کہا بس آج سے اس پر میں مکمل عمل شروع کروں گا۔

میرے حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ فرماتے ہیں کہ قوت متخیلہ کے ذریعے ہر بیماری کا علاج ہوسکتا ہے۔ یہ بات میں نے اس مریض پر آزمائی۔ الحمدللہ! آج دو سال سے وہ مریض مہینے، دو مہینے بعد معائنہ کے لئے آتا ہے۔ مریض کو چرس اچانک چھڑوانے کے کوئی مضر اثرات اس کی صحت پر نہیں ہوئے۔ چہرے پر سنت کے مطابق ڈاڑھی چھوڑ دی ہے، نماز، روزہ کا مکمل پابند ہوگیا ہے، بندہ کو نیک دعائیں دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے ایک اور چرسی دوست کو بھی علاج کے لئے لایا تھا۔ الحمدللہ! اسی طریقہ علاج پر اللہ نے اس کو بھی شفا نصیب فرمائی۔

ملائشیا میں چند ماہ

(سمیع اللہ صاحب، پی ایچ۔ڈی سکالر ریاضی)

وجۂ سفر:

۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء کو بندہ اپنے شیخ و مربیؒ جناب حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب مدظلہٗ کی ایماء پر ملائشیا بغرض پی ایچ۔ڈی (ریاضی) روانہ ہوا۔ پہلا دورانیہ ۶ ماہ کے سمسٹر پر مشتمل تھا۔ جبکہ کُل دورانیہ ایک سال کا ہے۔ آجکل بندہ ۴ ماہ کی رُخصت پر ہے۔ اپنے شیخ و مربیؒ کے حُکم پر وہاں کے مختصر حالات پیش خدمت ہیں۔

تعارف و عمومی ماحول:

ملائشیا ایک اِسلامی مُلک ہے۔ یہاں پر تین قسم کے لوگ آباد ہیں۔ ہندوستانی، چینی اور مقامی ملائی لوگ۔ یہاں قومی زبان بھاسہ ملائیو ہے۔ ملائشیا میں مسلمان عورتوں کی پہچان سکارف ہے۔ مرد حضرات نماز کے لئے حتی الوسع تہہ بند باندھتے ہیں۔ عمومی پینٹ شرٹ کا رواج ہے۔ لوگ قانون کے پابند ہیں اور تمام اُمور میں قانون کی پاسداری کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ حکومتی سطح پر عوام کو خصوصی ٹیلی فون نمبروں کے ذریعے یہ سہولت دی گئی ہے کہ جہاں کہیں رشوت وغیرہ کا معاملہ دیکھیں تو متعلقہ حکومتی نمائندوں کو اطلاع دیں۔ گذشتہ چند سالوں میں ایسا ہی ایک واقعہ ہوا تھا کہ جوہر بہرو کا علاقہ، جو کہ ملائشیا کو سنگاپور کے ساتھ ملاتا ہے، میں سرحد کے علاقے بونیر کے لوگ کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں۔ ایک مقامی پولیس افسر اِن لوگوں سے ماہانہ بھتہّ وصول کرتا تھا۔ ایک پاکستانی کے پاس اُس کی مطلوبہ رقم بروقت موجود نہ تھی جبکہ وہ افسر بار بار مطالبہ کر رہا تھا تو پریشانی کے عالم میں اُس نے اپنی ایک گاہک کو اِس کی خبر کی۔ اُس عورت نے اُسے تسلی دی اور متعلقہ ٹیلی فون نمبروں میں سے ایک نمبر پر کال کر کے حکومتی اہلکاروں کو خبر کر دی۔ اُنہوں نے رنگے ہاتھوں اُس پولیس افسر کو گرفتار کر کے بیلٹ اُتروا کر اُوندھے منہ گاڑی میں دھکیل دیا اور اُس کی ساری

جائیداد ضبط کر کے اُس پر اور اُس کے بچوں پر سرکاری نوکری تاحیات بند کردی۔

دینی حالت:

لوگوں میں باجماعت نماز کی پابندی ہے۔ لوگ دُور دُور سے اپنی گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر سوار ہوکر مسجدوں میں آتے ہیں۔ مردوں کے ہمراہ اُن کی عورتیں اور بچے بھی آتے ہیں۔ عورتوں کے لئے مسجدوں میں الگ انتظام ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ وہاں عمومی طور پر لوگ شافعی المذہب ہیں اور اکثر علماء کرام جامعۃ الازھر کے فضلاء ہیں۔ ہر نماز کے بعد امام تفصیل سے دُعا کرواتے ہیں اور لازماً اس دُعا کے اختتام تک صبر سے بیٹھے رہتے ہیں۔ مساجد میں مدارس اور تبلیغی ترتیب الحمدللہ قائم ہے اور لوگ ذوق وشوق سے پاکستان اِس ترتیب کو سیکھنے آتے ہیں جس میں روز بروز ترقی ہورہی ہے۔ البتہ وہاں بندہ کو کسی خانقاہی نظام کے بارے میں علم نہ ہوسکا۔ عمومی لحاظ سے لوگ نرم مزاج ہیں اور دوسروں کی عزّتِ نفس کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ ہر نماز میں بالعموم اور جمعہ کی نماز میں بالخصوص بادشاہ اور حکام کے لئے نام لے لے کر اور اُمّتِ مسلمہ کے لئے دُعائیں کی جاتی ہیں۔

تعلیمی حالت:

ہر ملکی باشندے کو بنیادی تعلیمی سہولیات میسر ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے حکومتی سطح پر وظائف حاصل کرنا اِنتہائی آسان ہیں۔ اِس بات کا اندازہ ہماری یونیورسٹی کی ایک میٹنگ سے ہوا۔ وہ اپنی آزادی سے لے کر ۱۹۸۷ء تک ۳۰ سالہ دورانیے میں اپنا تعلیمی جائزہ لے رہے تھے۔ اِس میں اُنہوں نے بطور افسوس کہا کہ اِن ۳۰ سالوں میں صرف ۱۲ ہزار پی ایچ۔ ڈی پیدا ہوئے ہیں جبکہ آئندہ پروگرام کے مطابق ۲۰۲۳ء تک وہ اِس تعداد کو ۶۰ ہزار تک لے جانے کی سوچ رہے ہیں۔ اِس پروگرام کا نام My Brain 15 ہے۔

نوٹ:

پاکستانی یونیورسٹیوں سے ۲۰۱۱ء تک فارغ ہونے والے Ph.D. سکالرز کی کل تعداد ۱۵۰۷ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حزب التحریر کی حقیقت

(حسین احمد صاحب لیکچرار اسلامیات)

حزب التحریر ایک سیاسی تحریک ہے۔ ان کی دعوت اور نعرہ، خلافت کے احیاء اور دوبارہ قیام پر قائم ہے جو کہ مسلمانوں نے سلاطین عثمانیہ کے سقوط کے بعد کھودی ہے۔ یہ سیاسی اور ثقافتی غلبے کو خلافت کے حصول کا وسیلہ گردانتے ہیں۔ اس پارٹی اور گروہ کا بانی شیخ تقی الدین البنہائی ہے۔ اس کی پیدائش فلسطین میں ۱۹۰۹ء میں ہوئی۔ جامعہ ازہر مصر سے گریجویشن کی۔ اپنی عملی زندگی کا آغاز اردن کے ایک اسلامیہ کالج میں بطور استاذ کے کیا۔ حزب التحریر کی بنیاد ۱۹۵۳ء میں رکھی۔ اوائل میں شیخ اخوان المسلمین کے نظریئے کے قریب تھا۔ یہ شخص شام، فلسطین، لبنان اور اردن وغیرہ میں خوب گھوما پھرا، اس نے اپنی زندگی حزب التحریر کے نظریئے کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ۱۹۷۷ء میں لبنان کے شہر بیروت میں وفات ہوئی اور وہیں دفن ہوا۔ یہ شخص کئی کتابوں کا مصنف ہے۔ اس کی کتاب ''رسالت العرب'' اس کے اوائل کے نظریات اور قومی نظریہ کی ترجمان ہے۔ اس کا یہ دعویٰ رہا کہ کم از کم ۱۳ سال میں خلافت کا قیام ممکن ہو سکے گا اور اگر ایسا ہم نہ کر سکے تو یہ ہماری ناکامی ہوگی۔ مگر اپنے قیام کے نصف صدی بعد بھی یہ خلافت کا قیام نہیں کر سکا۔

حزب التحریر کے مشہور نظریات:

۱) خلافت کے قیام کو یہ لوگ عقیدہ کے درجہ پر رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو لوگ قیام خلافت کے لئے کام نہیں کرتے وہ مشرک ہیں۔

۲) ان کی دعوت ثقافتی ہے۔ سیاست پر تلقین زیادہ کرتے ہیں۔ ثقافتی اور سیاسی غلبہ کو اصل سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ عالم اسلام کے سیاسی ڈھانچے میں تبدیلی تو چاہتے ہیں مگر لوگوں کی تربیت، تزکیہ وغیرہ کی کوئی فکر نہیں رکھتے، انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا کوئی لائحہ عمل اور پروگرام نہیں رکھتے۔ اسی وجہ سے یہ تقویٰ اور عبادت کی طرف لوگوں کو تلقین نہیں کرتے۔

۳) دعوت الی اللہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو تا دم قیامِ حکومت و خلافت کے منسوخ تصور کرتے ہیں۔

۴) یہ لوگ خلیفۃ المسلمین میں عقائدِ صحیحہ کی پختگی اور تقویٰ کی صفات کو ضروری اور اہم تصور نہیں کرتے۔ اس کے لئے صرف مسلمان ہونے کو کافی سمجھتے ہیں، اہل سنت والجماعت اور فرقِ باطلہ میں کوئی فرق نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ ان کے ایران کے ساتھ مضبوط تعلقات ہیں اور ان لوگوں نے باقاعدہ وہاں جا کر خمینی کو خلیفۃ المسلمین ہونے کی دعوت دی تھی اور خمینی کی کتابوں کو کافی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۵) ۱۹۷۸ء میں ان لوگوں نے قذافی کو بھی خلافت کے قیام میں مدد کی درخواست کی تھی۔ عقائد مثلاً عذاب قبر، رسول اللہ ﷺ کی فضلیت دوسرے انبیاءؑ پر، روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت، قرآن کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے معجزات، معراجِ رسول اللہ ﷺ، پل صراط، نزول دجال اور قضا و قدر وغیرہ اہل سنت والجماعت کے مستند عقائد کو نہیں مانتے۔

۶) یہ لوگ مسلمانوں اور عالم اسلام کے تنزل کو دشمنوں کی سازش قرار دیتے ہیں اور اس تنزلی میں مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں کے اعمال اور تعلق مع اللہ کا کچھ دخل نہیں مانتے۔

۷) یہ لوگ مسلمانوں کے لئے ظاہری شریعت اور اتباعِ سنت کو ضروری خیال نہیں کرتے، اسی وجہ سے اپنے کارکنوں میں داڑھی کو ضروری خیال نہیں کرتے۔

۸) یہ لوگ کاروبار زندگی میں مرد اور عورت کے اختلاط کو جائز سمجھتے ہیں اور عورتوں سے ہاتھ ملانے کو جائز خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ عورت کے پورے جسم کے پردے کے قائل نہیں۔

۹) عورتوں کی تصویر دیکھنے کو جائز سمجھتے ہیں اور میوزک وغیرہ کو بھی جائز خیال کرتے ہیں۔

۱۰) یہ پورے عالم اسلام کو دارالکفر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج دنیا میں کہیں بھی دارالاسلام نہیں۔ یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔

حزب التحریر کے منفی پہلو:

۱) یہ پارٹی فلسفہ اور عقل کو معیار مانتی ہے۔

۲) جہاد اور قتال کو اصل نہیں مانتی۔

۳) عقیدہ کو اسلام میں ایک فکری اور سیاسی چیز تصور کرتی ہے۔

۴) حکومت کے حصول کو ایک مسلمان کا نصب العین قرار دیتی ہے۔

۵) اخلاقیات کو فرد کی ایک اضافی چیز تصور کرتی ہے اور اسی وجہ سے ان پر کوئی زور اور تاکید نہیں کرتی۔

۶) افکار و نظریات کو فرد اور معاشرے کی ترقی کا اصل مانتی ہے اور معاشرے کی ترقی کو افراد کے افکار و نظریات سے جوڑتی ہے۔

۷) یہ لوگ غیر مسلموں کو بھی اپنی پارٹی کی رکنیت دیتے ہیں۔

۸) یہ لوگ روحانی اثرات اور روحانیت کے قائل نہیں۔

حزب التحریر کا دائرہ کار:

حزب التحریر کا عمومی دائرہ عمل جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے طبقات میں ہوتا ہے۔ کالجوں اور یونیوسٹیوں میں طلباء و طالبات کے لئے سیمینار، تفسیر کے کورسز اور لیکچروں کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کے لئے افطار پارٹیاں منعقد کرتے ہیں۔ خلافت و سیاست پر سوالات و جوابات کا مشن چلاتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر ان کی اپنی ویب سائٹ ہیں لیکن عموماً اپنی ویب سائٹ میں حزب التحریر کو نہیں لکھتے۔ انہی ویب سائٹ کے ذریعے یہ مسلمان طلباء کو عموماً اپنے جال میں پھنساتے ہیں اور اپنے عقائد کے متعلق ان کو تذبذب میں ڈالتے ہیں۔

اعتکاف کی روداد

(حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب)

اسلامیہ کالج اور پشاور یونیورسٹی جب سے بنے تھے ان کی مساجد میں اعتکاف نہیں ہوا تھا۔اسلامیہ کالج کی بڑی مسجد میں پہلا اعتکاف بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب نے کیا۔ان کے پاؤں سے معذور ہو جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ پھر رک گیا۔ان کی فکر اور توجہ کی وجہ سے بندہ نے دوبارہ اس سلسلہ کو شروع کیا۔بڑی مشکل سے ترغیب کے بعد کسی کسی مسجد میں ایک آدمی کا اعتکاف شروع ہوا۔اسی اثناء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نے تربیتی اعتکاف کا سلسلہ شروع فرما دیا۔بندہ کو شوق ہوا کہ اس طرز کا اعتکاف ہمارے ہاں بھی شروع ہو جائے۔حضرت مولانا اشرف صاحب نے دعاؤں کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی۔ہمارا پہلا اعتکاف ۱۴۱۰ھ ۱۹۸۹ء کو مدینہ مسجد پشاور یونیورسٹی میں ہوا۔یہ سلسلہ ۱۹ سال وہیں پر چلتا رہا۔حضرت مولانا زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بنیاد اور حضرت مولانا اشرف صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کی وجہ سے سلسلہ میں بہت مقبول ہوا اور ۱۲۰ تک آدمیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔دوران اعتکاف تراویح کے دو ختمِ قرآن اور ذکر اذکار، تلاوت،نوافل کے علاوہ اصلاحی بیانات اور اصلاحی تعلیمیں ہوتی رہیں جن کا بے پناہ فائدہ حاضرین نے محسوس کیا۔آج سے تین سال پہلے یہ سلسلہ خانقاہ میں منتقل کر دیا۔تعداد زیادہ ہونے کے سبب اس دفعہ سلسلے کا اعتکاف تین جگہ پر ہوا۔۱۲۰ کے قریب افراد خانقاہ میں شامل ہوئے جبکہ چالیس افراد مسجدِ فردوس پشاور یونیورسٹی میں پروفیسر ڈاکٹر قیصر صاحب کے ساتھ بیٹھے جبکہ دس افراد پروفیسر الطاف صاحب کے ساتھ اسلامیہ کالج کی مسجد میں بیٹھے۔تینوں جگہوں پر جم کر تراویح کے ختم اور اصلاحی مجالس ہوئیں۔شامل ہونے والے حضرات خوب لطف اندوز ہوئے اور اعلیٰ دینی جذبات کے ساتھ اعتکاف مکمل کر کے واپس ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

قادیانیوں کی سازشیں

(عبدالباسط صاحب کا ایک خط)

بندہ حضرت والا کو منیر بھائی کے بارے میں بھی بتلانا چاہے گا جو ختم نبوت ﷺ کے کام کے سلسلہ میں چندہ ماہ قبل پشاور بھی آئے تھے۔ حضرت منیر بھائی کے خلاف قادیانیوں نے یہ چال چلائی کہ انہوں نے ایک صفحہ کا پمفلٹ نما پرچہ چھاپا جس کا مضمون اشتعال انگیز تھا اور اس میں یہ لکھا گیا تھا کہ چونکہ قادیانی گستاخِ رسول ہیں لہٰذا ان کو قتل کرنا جائز ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس پمفلٹ کے نیچے انہوں نے ایک تنظیم کا نام لکھا (وہ نام بھی اصل میں کسی ختم نبوت سے منسلک تنظیم کا نہیں ہے) اور اس کے نیچے منیر بھائی اور ایک اور صاحب کا موبائل نمبر لکھ دیا۔ قادیانیوں نے مزید یہ چالاکی کی کہ انہوں نے اس پمفلٹ کو چھاپ کر تقسیم تو نہیں کیا لیکن اس کی صرف کمپیوٹر پر ایک Scan) کاپی تیار کی اور اس کو اپنی ویب سائٹ www.persecution.org پر شائع کر دیا اور اس جھوٹے پمفلٹ کی ایک ایک کاپی BBC کو، انڈیا اور امریکہ کے اخباروں کو Email کر دی۔ BBC والوں نے منیر بھائی کو فون کیا اور ان سے اس حوالہ سے اپنا موقف بیان کرنے کو کہا۔ منیر بھائی نے اپنا موقف بیان کر دیا کہ یہ مذکورہ پمفلٹ انہوں نے نہیں چھاپا اور وہ صرف قانون کے دائرہ میں رہ کر کام کرتے ہیں اور کبھی اشتعال انگیزی اور مرنے مارنے کی ترغیب نہیں دیتے۔ BBC والوں نے مذکورہ پمفلٹ چھپنے کی خبر اپنے مخصوص فسادی انداز میں شائع کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ خبر انڈیا و امریکا کے اخباروں میں بھی چھپی کہ پاکستان میں قادیانیوں پر اس قدر ظلم ہو رہا ہے۔ خبر چھپنے کی دیر تھی کہ پاکستانی ایجنسیاں حرکت میں آگئیں۔ نتیجۃً پولیس والوں نے منیر بھائی کے خلاف دہشتگردی کا مقدمہ درج کر دیا۔ بندہ کی معلومات کے مطابق کوئی قادیانی بظاہر اس مقدمہ کی پیروی نہیں کر رہا اور حکومت میں موجود قادیانی نواز بااثر لوگ ہی اس مقدمہ کو شروع کرنے والے اور پیروی کرنے والے ہیں۔ کہا یہ بھی جاتا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے سپریم کورٹ کے حکم سے ہٹائے جانے ولا DG

FIA وسیم احمد (جو قادیانی ہے) کوشش کرتا رہا ہے۔ مقدمہ درج ہونے پر پولیس والوں نے منیر بھائی کو رمضان سے چند روز قبل گرفتار کرلیا تھا اور ۲۵ رمضان المبارک کو ان کی ضمانت پر رہائی ہوسکی ہے۔ یہ رہائی بندہ کو معلوم ہوا ہے کہ الحمدللہ ہائیکورٹ کے حکم پر ضمانت سے ہوئی۔ مگر اب بندہ کی ان سے ملاقات نہیں ہوسکی ہے۔ حضرت والا سے درخواست ہے کہ وہ ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس جھوٹے مقدمہ اور پریشانی سے نجات عطا فرمائیں۔ حضرت! بندہ نے قادیانیوں کی Website پر مذکورہ پمفلٹ دیکھا ہے۔ وہ ہر اعتبار سے جعلی ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ قادیانی ان حضرات کی سرگرمیوں سے سخت پریشان ہیں کیونکہ منیر بھائی اور ان کے ساتھیوں کا یہ بھی کارنامہ ہے کہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں قادیانی ایک عرصہ سے کھلے عام عید کی نام نہاد نماز ہر سال پڑھتے تھے۔ ماشاءاللہ ان حضرات کی کوششوں سے قادیانیوں کو عید کی نماز سے روکنا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا کیونکہ ملک کی بہت بااثر شخصیات جو قادیانی ہیں وہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں اس کے پیچھے تھے مگر الحمدللہ ان حضرات کی محنت اور کوششوں سے یہ سلسلہ قانونی طور پر اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے کیونکہ منیر بھائی وغیرہ نے باقاعدہ عدالت کے ذریعہ قادیانیوں کو اس سے رکوایا۔ ساتھ ہی ساتھ تقریباً پورے ملک میں ان حضرات نے ختم نبوت سے متعلق لٹریچر چھپوا کر تقسیم کیا اور درجنوں قادیانیوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ حضرت! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا صاحب نے بھی بھرپور طور سے اس جھوٹے پمفلٹ کے حوالہ سے بیان دیا اور ذمہ دار حضرات کو خطوط بھی لکھے مگر پھر بھی منیر بھائی پر یہ آزمائش پیش آئی۔ حضرت سے منیر بھائی کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ حضرت اب اجازت چاہوں گا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

عبدالباسط ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

☆☆☆☆☆☆☆

تبصرۂ کتب

(حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

کتاب کا نام۔ **اے زائرِ حرم**

ترتیب وانتخاب۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب

بہ اہتمام ونگرانی۔ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

ملنے کا پتہ۔ مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس، المنظر اپارٹمنٹس، ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی۔

۷۲ صفحات کی کتاب میں حج بیت اللہ شریف وزیارتِ دربارِ نبوی ﷺ کے آداب وتأثرات کے بارے میں اس دور کی انتہائی بابرکت اور قابلِ قدر آٹھ شخصیات بشمول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ و حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے انتہائی مفید مضامین ہیں۔ حج پر جانے والوں کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کتاب کا نام۔ **گنبدِ خضریٰ کے سائے میں**

رشحاتِ قلم۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب

بہ اہتمام ونگرانی۔ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

ملنے کا پتہ۔ مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

صدیقی ٹرسٹ، صدیقی ہاؤس، المنظر اپارٹمنٹس، ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۴ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ موصوف چونکہ ایک اچھے صحافی اور مصنف بھی ہیں اس لئے انھوں نے اپنی ساری یادداشتوں اور خطوط کو کتابی شکل میں شائع کردیا ہے۔ کتاب گوناگوں خصوصیتوں کی حامل ہے۔ مقاماتِ مقدسہ کی تاریخ اور تبصرے، اُس دور کے مشاہیر علماء اور مشائخ کی ملاقاتیں، ان کی مجالس کی گراں قدر باتیں اور ان کی صحبتوں کے قلبی تأثرات بیان ہوئے ہیں۔ حج پر جانے والے حضرات کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ دورانِ حج اس مطالعہ کے فوائد خود بخود محسوس ہوجائیں گے۔

انقلابِ افغانستان اور پروفیسر ربانی

(حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب مدظلہ)

جب افغانستان میں انقلاب آیا اور وہاں کے سربراہان پاکستان آگئے تو حکومتِ پاکستان یہ چاہتی تھی کہ ان کی آؤ بھگت کی جائے اور ان کی بات کو سنا جائے۔ خاص طور سے ان کے اوپر جو حالات آئے ہیں ان کی معلومات لی جائیں تاکہ ہمارے ملک میں یہ حالات نہ آئیں۔ ہمارے حضرات بھی یہ چاہتے تھے کہ ان کو بلایا جائے اور ان کے سامنے یہ بات اُجاگر کی جائے کہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ مسلمان کا خاتمہ ہوا ہو اور اس سے اسلام کا خاتمہ ہوا ہو۔ بلکہ ہمیشہ پہلے اسلام کا خاتمہ ہوا ہے پھر مسلمان کا خاتمہ ہوا ہے۔ جب مسلمان کی زندگی سے اسلام نکلا ہے پھر یہ ختم ہوا ہے۔ میں سیاسیوں کی اس بات کا بھی بہت مخالف ہوں جو کہا کرتے ہیں کہ اسلام خطرے میں ہے۔ اسلام کبھی خطرے میں نہیں ہے۔ وہ ایک حقیقت ہے۔ خطرے میں تُو ہے جو اُس کو ترک کرکے اپنے لئے مصیبت کا دروازہ کھول رہا ہے۔

تو اس سلسلے میں ایک دعوت کی گئی جس میں پروفیسر برہان الدین ربانی بھی آیا جو بعد میں ان کا صدر بھی بنا۔ ہمارے حضرات نے مجھ سے فرمایا کہ آپ اس کے پاس بیٹھیں گے اور اس سے بات چیت کریں گے۔ میں نے ان سے کہا پروفیسر صاحب آپ کے ملک کو روس نے فوج اور اسلحہ سے فتح نہیں کیا بلکہ آپ کے ملک کو روس نے اپنے نظریے اور عقیدے کی تبلیغ سے فتح کیا ہے۔ آپ کے نوجوانوں کو لے جاتے گئے ان کو اعلیٰ تعلیم دیتے گئے ساتھ اپنا عقیدہ، اپنا نظریہ، اپنی ثقافت، اپنی تہذیب اور اپنی چیزوں کا اس کو عادی بناتے گئے یہاں تک کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اب اتنا طبقہ ہوگیا ہے کہ ہم اپنی فوج اتاریں تو اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی تو تب فوج اتاری ہے۔

پھر میں نے ان سے کہا کہ پروفیسر صاحب آپ کے مسئلے کا ایک عارضی حل ہے اور

ایک دائمی حل ہے۔ فوری حل یہ ہے کہ جو آپ جنگ کر رہے، قتال کر رہے ہے، لڑ رہے ہیں۔ اس وقت یہ بہت ضروری بات ہے، اس وقت تو لڑنا چاہیے، اس بات کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے کہ وہ تو اسلحہ لے کر آپ پر حملہ کر لیں اور آپ کہیں کہ پہلے اس کو ہم دعوت دیں گے پھر جزیہ کا کہیں گے پھر لڑیں گے۔ یہ با قاعدہ فقہی شرعی مسئلہ ہے کہ اس وقت تو کھڑے ہو کر اس کی یلغار کو روکنا ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب دائمی حل آپ کے مسئلہ کا یہ ہے کہ آپ کی نوجوان نسل کے دل میں جب تک اسلام پکا اور راسخ نہیں ہوگا آپ لوگ محفوظ نہیں ہیں۔

آدمی کافی سمجھدار تھا۔ سوائے جو افغانیوں کی بنیادی کمزوری ہے، اس کے علاوہ کافی سمجھدار آدمی تھا۔ کہا واقعی یہ بات ٹھیک ہے۔ افغان کی بنیادی کمزوری کیا ہے؟ صبر نہ ہونا، معاف نہ کرنا اور پیسہ مل جائے تو اپنے بھائی کو قتل کرنے کیلئے تیار ہو جانا! بس یہ وہ تین بنیادی کمزوریاں ہیں جس کی پاداش میں افغانستان جل رہا ہے۔ پروفیسر ربانی صدر بنے اور وعدہ کیا کہ چھ مہینوں میں انتخابات کروائیں گے۔ لیکن وعدے سے مکر گئے۔ اسی چیز نے جنگ و جدال کا دروازہ کھول دیا۔ آخر ردِ عمل میں طالبان کی حکومت آئی جو ایک رحمت تھی۔ لیکن پروفیسر ربانی کی انا اسے قبول نہ کر سکی۔ اگر اقتدار اس کے ہاتھ میں ہوتا تب تو اسلام کے لئے تیار تھا لیکن اقتدار اگر دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور وہ اسلام نافذ کرے تو ربانی کی انا مطمئن نہیں تھی۔ آخر طالبان سے لڑا اور شکست کھا کر بھاگا۔ جب امریکی حملہ آیا تو امریکیوں کا ساتھی بن کر طالبان کے خلاف لڑا۔ جب امریکی حکومت قائم ہوئی تو ان کا ساتھی بن کر ان کے ساتھ کام کرنے لگا۔ ابھی دنیا کمانے کے ارمان باقی ہی تھے کہ موت نے دھماکے کی شکل میں آ لیا۔

فاعتبرو یا اولی الابصار.

کسی کو سمجھ ہو تو عبرت کا بہت سامان ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

تکبر (پہلی قسط)

(امام ابوحامد محمد الغزالی کی معرکتہ الآرا تصنیف احیاء العلوم سے انتخاب)

بيان ما به التكبر

اعلم أنه لا يتكبر الا متى استعظم نفسه، ولا يستعظمها الا وهو يعتقدلها صفة من صفات الكمال ، وجماع ذلک يرجع الى كمال دينى أو دنيوي، فاالديني هو العلم و العمل ، والدنيوي هو النسب والجمال القوة المال و كثرة الأنصار . فهذه سبعة أسباب:

الأول: العلم:/ وما أسرع الكبر الى العلماء! ولذلک قال ﷺ " آفة العلم الخيلاه " فلا يلبث العالم أن يتعزز بعزة العلم يستشعر فى نفسه جمال العلم و كماله و يستعظم نفسه و يستحقر الناس و ينظر اليهم نظره الى البهائم ويستجهلهم و يتوقع أن يبدء وه بالسلام ، فان بدأهواحد منهم بالسلام أو رد عليه ببشر أو قام له أو أجاب له دعوة رأى ذلک صنيعة عنده ويدأ عليه يلزمه شكرها ، وا عتقدأنه أكرمهم و فعل بهم ما لا يستحقون من مثله ، و أنه ينبغى أن ير قواله و يخدموه شكرأله على صنيعه ، بل الغالب أنهم يبرونه فلا يبرهم و يزورونه فلايزورهم ويعودونه فلا يعودهم ويستخدم من خالطه منهم و يستخره فى حوائجه ، فان قصر فيه استنكر ه كأنهم عبيده أو أجراؤه ، وكان تعليمه العلم صنيعة منه اليهم و معروف لديهم وا ستحقاف حق عليهم، هذا فيما يتعلق بادنيا. أمافى أمر الآخرة فتكبره عليهم بأن يرى نفسه عند الله تعالیٰ أعلى وافضل منهم ، فيخاف عليهم أكثر مما يخاف على نفسه وير جولنفسه أكثر مما يرجو لهم ، وهذابأن يسمى جاهلاًأولى من أن يسمى عالماً،بل العلم الحقيقيى هو الذي يعرف الا نسان به نفسه وربه وخطرالخاتمة و حجة الله على العلماء و عظم خطرالعلم فيه .

كماسيأتى في طريق معالجة الكبر بالعلم . وهذا العلم يزيد خوفاً وتواضعاً وتخشعاً، ويقتضي أن يرى كل الناس خير اً منه لعظم حجة اللّٰه وعليه باالعلم،وتقصيره في القيام بشكر نعمة العلم، ولهذاقال أبوالدرداء: ”من ازدادعلماً ازداد و جعاً وهو كما قال.

بیان ،جن چیزوں سے تکبر کیا جاتاھے

تکبرصرف وہ شخص کرتا ہے جواپنے آپ کو بڑا سمجھے،اوراپنے آپ کو بڑاوہ سمجھتا ہے جواپنے لئے صفاتِ کمال میں سے کسی صفت کا مدعی ہو، پھر یہ صفاتِ کمال دنیوی بھی ہوتی ہیں اور دینی بھی، دینی صفاتِ کمال ہیں علم ،اور دنیوی صفاتِ کمال ہیں نسب، جمال،قوت، مال اور معاونین کی کثرت۔ یہ کل سات اسباب واقسام ہیں۔

پہلی قسم۔علم:

تکبر کا پہلا سبب علم ہے،علماء بہت جلد کبر میں مبتلاء ہو جاتے ہیں، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ” آفة العلم الخيلاء “ ترجمہ:(علم کی آفت تکبر ہے)

عالم بہت جلد علم کے باعث کبر کرتا ہے، پہلے وہ اپنے دل میں علم کے کمال اور جمال کا احساس کرتا ہے۔پھراپنے آپ کو بڑااور دوسروں کو حقیر تصور کرتا ہے۔عام لوگوں کو تو خاطر ہی میں نہیں لاتا بلکہ انہیں ایسے دیکھتا ہے جیسے جانوروں کی طرف دیکھا جاتا ہے۔انہیں جاہل سمجھتا ہے،ان سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اسے سلام کرنے میں ابتداء کریں،اگر اتفاقاً وہ کسی کو سلام کرنے میں پہل کر لیتا ہے ،یا خندہ پیشانی سے اس کے سلام کا جواب دیتا ہے،یا اس کے لئے اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاتا ہے یا اس کی دعوت قبول کر لیتا ہے تو اسے اپنا سلوک سمجھتا ہے اور یہ ایسا احسان تصور کرتا ہے جس پر شکرادا کرنا ضروری ہے،اور یہ سمجھتا ہے کہ میں نے یہ سلوک کر کے اس کی عزت افزائی کی ہے،اوراس کے ساتھ وہ معاملہ کیا ہے جس کا وہ مستحق نہیں تھا،اس لئے ضروری ہے کہ وہ میرے احسان کے جواب میں میری خدمت کرے بلکہ میرا غلام بن کر رہے، بلکہ متکبر علماء کا عام دستور یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کے پاس

ملاقات کے لئے آتے ہیں، وہ کسی کے پاس ملاقات کے لئے نہیں جاتے، لوگ ان کی عیادت کرتے ہیں، وہ کسی کی عیادت نہیں کرتے، جو لوگ ان سے زیادہ گھلے ملے رہتے ہیں، ان کے ساتھ بھی ان کا رویہ ٹھیک نہیں ہوتا، ان سے کاروباری خدمت لیتے ہیں، اور اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو ذرا رعایت نہیں کرتے گویا وہ ان کے زرخرید غلام ہوں یا ان کے نوکر ہوں۔ تعلیم دینے کو بھی سلوک و احسان تصور کرتے ہیں، اور یہ فرض کر لیتے ہیں کہ ہم نے انہیں علم سے نوازا ہے، اس لئے ان سے خدمت لینا ہمارا حق ہے۔ یہ تو دنیاوی معاملات میں ان کا شیوہ ہے۔ اخروی معاملات میں بھی ان کے مزاج کا فساد عروج پر ہے۔ یہ نام نہاد علماء سمجھتے ہیں کہ علم نے ہمیں اللہ کے یہاں اعلیٰ مرتبے پر فائز کر دیا ہے۔ اب ہمیں احتساب کے ہر خوف سے مامون رہنا چاہئیے۔ وہ اپنا خوف نہیں کرتے، بلکہ عوام کے لئے خوف کرتے ہیں، انہیں اپنی اصلاح کی فکر نہیں ہوتی، بلکہ عوام کی اصلاح کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ یہ عالم نہیں جاہل ہیں۔ انہیں علم سے کیا نسبت؟ علم حقیقی تو یہ ہے کہ آدمی اس کے ذریعے اللہ کو پہچان لے، اپنے نفس کی معرفت حاصل کر لے اور انجام کے خطرے کا ادراک کر لے، اور یہ اعتقاد کر لے کہ اللہ تعالیٰ کا شدید مواخذہ علماء سے ہوگا۔ علم حقیقی سے خوف، تواضع اور خشوع زیادہ ہوتا ہے۔ جسے یہ علم نصیب ہو جاتا ہے وہ کبھی اپنے نفس کو برتر نہیں سمجھتا، بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ ہر شخص مجھ سے بہتر ہے، کیونکہ قیامت کے دن مجھ سے زیادہ باز پرس ہوگی، علم ایک بڑی نعمت ہے اور اہلِ علم صحیح طور پر اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر پاتے اسی لئے حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے کہ ”جس کے پاس علم زیادہ ہوتا ہے اسے تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے۔“

(باقی آئندہ)

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ ۱۲ نومبر بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا۔ بیان عشاء کے بعد ہوگا۔